اکیسویں صدی میں ہندوستان کی اردو غزل گو شاعرات: ایک تعارف

کلیدی الفاظ: اشرف المخلوقات # کہکشاں #اردھناریشور #شقافتی #مشترکہ #غرقاب #لیاقت #نعم البدل #وجدان #تغافل #ابدی #تمدن #نمائش

عصمت خاتون

ریسرچ اسکولر، پاٹلی پتر یونیورسٹی، پٹنہ

Abstract: The comparative study of women's poetry reveals many patterns of similarity in thought, themes, metaphors, and diction. It also reveals profound contradictions between the image of the poet as the "transcendent speaker of a unified culture" and the image of Woman as silenced, dependent, and marginal. Women poets must also imitate or revise the tropes of the male tradition.As the feminist critics have express in their writings, "Female poets both participated in and diverged from the literary conventions and genres established for them by their male contemporaries." Furthermore, internal differences between women of nationality, class, and race preclude a single poetic matrilineal.How might poetic influence and the relationship to tradition be different if the

poet is a woman? Do women have a Muse? One theory is that for post-romantic women poets, the father-precursor and the Muse are the same powerful male figure, both enabling and inhibiting poetic creation. Another theory holds that the woman poet also has a female Muse, modeled on the mother-daughter. Women poets' relation to female literary tradition, may be less competitive and anxiety-ridden than men's relation to their precursors since women desire successful models of female creativity.Urdu poetry, especially Ghazal poetry, has accepted so much change at the thematic level that even its popular definition has become doubtful. , raised questions on quality and style. Despite this, Urdu Ghazal has maintained its identity in every situation. Along with the changing times, the popularity of Urdu Ghazal has increased. Determined. Tried to wrap up the cycles of time and time. After stepping into the 21st century, Urdu Ghazal had to face many challenges. Events and accidents happening at the global level and political and social. The changes have changed people's behavior and thoughts and ideas. In view of "Essay Ghazal Poets of India in

the 21st Century An Introduction" is based on the art of Ghazal and its themes by the poets of the 21st century. Urdu Ghazal themes and styles help in understanding the Ghazal.

اللہ سبحٰان تعالیٰ نے یہ کائنات اور اس کائنات میں ہر ایک شۓ کو ایک مقصد کے ماتحت پیدا کیا۔انسان اللہ پاک کی سب سے خوبصورت تخلیق ہے۔انسان کو فرشتوں پر فوقیت حاصل ہے۔انسان اشرف المخلوقات ہے۔انسان سے مراد مرد اور عورت ہے۔ جب قدرت نے ہر شۓ کسی مقصد کے ماتحت تخلیق کی تو اب سوال یہ ہے کہ عورت کو تخلیق کرنے کا کیا سبب رہا ہوگا؟اگر ہم اس سوال کا جواب قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیں تو اللہ سبحٰان تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری جنس (یعنی مردوں) میں سے بیویاں پیدا کی تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔''(سورہ الروم:۲۱)

اس آیت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ قدرت نے عورت کے وجود میں سکون رکھا اور اسے باعث رحمت بنایا۔عورت محبت کا مجسمہ ہے،وفا کی دیوی ہے۔ہندو میتھالوجی میں اردھناریشور کا ایک دلکش تصور ہے۔اردھناریشور سے مراد آدھا مرد اور آدھی عورت۔یہ دیوی اور دیوتا کا ایک مجسمہ ہے۔اس میں دائیں طرف شیو اور بائیں طرف پاروتی کو دکھایا جاتا ہے۔یہ علامتی طور پر مرد اور عورت کے اتحاد،توازن اور کائناتی ہم آہنگی اور ان کے درمیان ایک داخلی ربط وظبط کی نمائندگی کرتی ہے۔اور یہ بات واضح کرتی ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے بغیر کبھی تکمیل نہیں پا سکتے۔

عورت کے کئی روپ ہیں،وہ ماں بھی ہے،محبوبہ بھی،بہن بھی اور بیٹی بھی اس کا ہر روپ محبت اور وفا کا پیکر ہے۔یہ مریم بھی ہے،فاطمہ بھی ہے،سیتا بھی ہے،ساوتری بھی میرا بھی

اور رادھا بھی ہے۔ ادب کا محبوب ترین موضوع عورت ہے۔اردو شاعری کی روایت اور خاص کر اردو غزل کی روایت میں عورت کا تصور جا بجا ہے۔ہمارے یہاں بہت سارے شعراء نے اپنے اشعار میں عورت کی محبت،عظمت، اہمیت،اس کی قربانیاں اور اس کے وجود کا ذکر بہت خوبصورت اور دلکش انداز میں بیاں کیا ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ؒعلّامہ اقبالؔ

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کر ثریّا سے مشتِ خاک اسکی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِمکنوں
مکالاتِ فلاطوں نہ لکھ سکی، لیکن
اس کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

فراقؔ گورکھپوری

عورت روح رواں تہذیب بشر
ہے پرتو رخ جلوہ دہِ قلب وجگر
عورت وہ عروس ازلی ہے کہ فراق
ہم کو لیے جاتی ہے جو آگے اوپر

منیرؔ نیازی

شہر کا تبدیل ہونا شاد رہنا اور اداس
رونقیں جتنی یہاں ہیں عورتوں کے دم سے ہیں

منورؔ رانا

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
میں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

حبیب جالب

تو آگ میں اے عورت زندہ بھی جلی برسوں
سانچے میں ہر ایک غم کے چپ چاپ ڈھلی برسوں
انجم سلیمی

روشنی بھی نہیں ہوا بھی نہیں
ماں کا نعم البدل خدا بھی نہیں
ساغر صدیقی

اگر بزم ہستی میں عورت نہ ہوتی
خیالوں کی رنگین جنت نہ ہوتی
کیفی اعظمی

تیرے قدموں میں ہے فردوس تمدن کی بہار
تیری نظروں پہ ہے تہذیب و ترقی کا مدار

اس دنیا میں ہزاروں خواتین ایسی گزری ہیں جن کی بے پناہ محبت، وفا، ایثار قربانی ، بے لوث خدمت اور بہادری کی داستان تاریخ میں قلم بند ہے۔ میں یہاں بلخصوص شاعری کے حوالے سے کچھ تذکروں کا ذکروں گی جس یہ اندازہ ہوگا کہ ادب میں بھی خواتین کی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں میں یہاں کچھ کتابوں کا ذکر کروں گی جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کے اردو شاعری کی تاریخ میں بھی خواتین نے اپنے خدمات بخوبی انجام دیئے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ ایک زمانے تک عورتوں کا شاعری کرنا مردوں کو ناگوار گزرا اور شاید یہی سبب رہا ہوگا جب میر تقی میر جیسے بڑے شاعر نے اپنا تذکرہ ''نکات الشعراء'' (۱۷۵۱ء) قلم بند کیا تو اپنی بیٹی بیگم جسے شاعری وراشت میں ملی تھی اس تک کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مگر زمانے کے ساتھ ساتھ انسان کے خیالات بھی بدلتے ہیں اور ایک زمانہ آیا جب تذکرہ نگاروں نے شاعروں کے ساتھ شاعرات کا بھی ذکر کرنے کا آغاز کیا۔ بلخصوص اگر ہم اردو شاعرات کے تذکرے کی بات کریں تو اس میں سب سے پہلی کڑی تذکرہ ''بہارستان ناز'' (۱۸۶۴ء) ہے اس کے مصنف حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی ہیں۔ ''شمیم سخن''

(۱۸۷۲ء) کے مصنف مولوی عبدالحی صفؔا بدایونی ہے اس کے دو حصّے ہیں پہلے حصّے میں شعراء کا اور دوسرے حصّے میں شاعرات کا تذکرہ ہے" گلدستہ نازنیناں" (۱۸۴۵ء) معروف تذکرہ نگار کریم الدین کی تالیف ہے۔ تذکرہ" شاعرات اردو" (۱۹۴۴ء) اس کے مصنف جمیل بریلوی صاحب ہیں، یہ شاعرات کے تذکروں میں سب سے ضخیم تذکرہ ہی ہے۔ "محفل خواتین" (۱۹۴۸ء) اس کتاب کو فاروق محشؔر بدایونی نے مرتب کیا ہے، اس میں ۱۹۳۸ء۔ ۱۹۴۷ء تک رسالہ "خاتون مشرق" دہلی سے شائع والی خواتین کے کلام درج ہیں۔ "تذکرہ نسوان ہند" (۱۹۵۶ء) اس کتاب کو فصیح الدین بلخی نے مرتب کیا ہے، اس میں ملک ہند کی نامور خواتین کے ساتھ شاعرات کا بھی ذکر ہے۔ "آج کی شاعرات" (۱۹۷۳ء) اس کو سلطانہ مہر نے مرتب کیا ہے۔ جب ہم ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک بات واضح ہو جاتی ہے بقول علّامہ شبلیؔ "شاعری ذوقی اور وجدانی چیز ہے۔" اور ذوق اور وجدان کا تعلق مرد اور زن سے مخصوص نہیں ہے۔ صدیوں کی طرح آج بھی خواتین اپنے خونِ جگر سے اردو شاعری کی آبیاری کر رہی ہیں۔ اکیسویں صدی میں ملک ہندوستان کی اردو غزل گو شاعرات جو اردو شاعری کی دینا میں معروف و مقبول ہوئی اور اردو شاوری کی دنیا میں اپنی ایک منفرد پہچان بنائی، ان میں ڈاکٹر میؔنا نقوی، مینو بخشی، ڈاکٹر نصرت مہدی، صاحبؔہ شہریار، سیدہ نسرین نقاشؔ، عفت زریں، نگار سلطانہ، ریحانہ بیگم نواب، کوثر پروین کوثؔر، ڈاکٹر نصرت آرا چودھری، عذرا پروین، شبنم عشائیؔ، زرینہ زریں، راحت سلطانہ تحسیؔن روزی، شہناؔز نبی، رفعیہ شبنؔم عابدی، صفیہ راگؔ علوی، نور جہاں ثروتؔ، اوشا بھدوریہ اوشاؔ، آشا پربھات، ساجدہ زیدی، ترنم ریاض، بلقیس ظفر الحسن، زاہدہ زیدی وغیرہ۔۔

ڈاکٹر میؔنا نقوی

ہمیں بھی میؔنا نوازیں گیا اہل فن ایک دن
غزل سے اپنا بھی رشتہ ہے میؔر کی مانند

اکیسویں صدی میں ملک ہندوستان کی اردو غزل گو شاعرات کا جب کبھی تذکرہ ہوگا تو

ڈاکٹر میناؔ نقوی کا نام سرِفہرست ہوگا۔

آپ کا حقیقی نام منیر زہرا تھا۔ آپ کی تاریخ ِ ولادت ۲۰ مئی ۱۹۵۵ء اور جائے ولادت نگینہ ،ضلع بجنور (یو۔ پی) ہے، آپ ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد محترم کا نام سید التجا حسین تھا، دورِ حاضر کی مشہور و معروف شاعرہ ڈاکٹر نصرت مہدی اپ کی ہمشیرہ ہیں۔ میناؔ صاحبہ ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ آپ نے ہندی، انگریزی اور سنسکرت تین زبانوں میں ایم۔ اے کی سند حاصل کرنے کے بعد بی۔ اے۔ ایم۔ ایس کی سند لی اور ڈاکٹری کے پیشے سے منسلک ہوگئیں۔ آپ کو شاعری کے ساتھ نثر میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے ۶۰ کتابوں سے زائد تبصرے، پیش لفظ، ادبی مقالے لکھے۔ آپ نے شاعری میں بھی سبھی اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی۔ معروف و مقبول شاعر جناب ہوشؔ نعمانی رامپوری ادبی رہنمائی لینے کا آپ کو شرف حاصل ہے۔ میناؔ صاحبہ ادبی اسٹیج پر اپنے کلام کی پیش کش سے ملک گیر حیثیت رکھتی تھیں۔ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی نے فروری ۲۰۰۹ء میں ان پر ایک خصوصی گوشہ شائع کیا تھا جس میں ''میں'' کے عنوان سے ص ۵۷ پر ب اُن کی خود نوشت سوانح کا یہ حصّہ درج ہے:

> ''شاعری کا شوق تو یاد نہیں کب سے ہے۔ بچپن میں اسکول میں ہر ہفتہ کماری سبھا میں ہَوَن وغیرہ کے علاوہ کلچرل پروگرام بھی ہوتے تھے۔ میں زیادہ تر اپنے لکھے ہوئے گیت اور نظمیں ہی سناتی تھیں۔''

اس اقتباس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میناؔ نقوی بچپن ہی سے شاعری کا ذوق و شوق رکھتی تھیں جسے وقت نے پروان چڑھایا۔ میناؔ صاحبہ اس صدی کی ایک معروف و مقبول شاعرہ کی حیثیت سے اردو شاعری کی دنیا میں میرؔ کے لہجہ کی شاعرہ سے اپنی شناخت بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ میناؔ نقوی بہت دردمندانہ دل، سنجیدہ طبیعت اور نہایت نیک سیرت خاتون تھیں۔

کہا جاتا ہے شاعری شخصیت کا آئینہ ہوتی ہے میناؔ صاحبہ کی

شاعری بھی ان کی شخصیت کا آئینہ ہے۔ مینا نقوی کی شاعری میں مشرقی خاتون کے احساس و جذبات کی عکاسی بڑے دلکش انداز میں بیاں کی گئی ہے۔ مینا نقوی بنیادی طور پر غزل کی شاعرہ ہیں، آپ کی تصنیفی زندگی ڈیڑھ دھائی کا احاطہ کرتی ہے ۔آپ کے پہلے شعری مجموعے ''سائبان'' (۲۰۰۴ء) کے بعد ''درد پت جھڑ کا'' (ہندی، ۲۰۰۵ء) ''بادبان'' (۲۰۰۷ء) ''کرچیاں درد کی'' (ہندی اور اردو ،۲۰۱۰ء) ''گرداب'' (۲۰۱۳ء) ''جاگتی آنکھیں'' (۲۰۱۳ء) ''دھوپ چھاؤں'' (ہندی، ۲۰۱۵ء) ''آئینہ'' (۲۰۱۸ء) ''منزل'' اور ''رنگ زندگی کے'' منظرِ عام پر آئے۔

مینا نقوی کو انکی ادبی خدمات کے لیے انہیں کئی اعزازات سے بھی سرفراز کیا جا چکا ہے۔ جن میں ''پریرنا منچ سمّان''، ''سرسوتی پریوار سمّان''، بہار اردو اکیڈمی کا ''جمیل مظہری ایوارڈ''، ''فیض احمد فیض ایوارڈ''، ''رمز عظیم آبادی ایوارڈ''، شکنتلا پرکاش گیتا کلا منچ اعجاز، ڈاکٹر کیلاش گرو سمرتی سمّان طوفانی قافلہ کا بہترین شاعرہ سمّان، ''اتر پردیش اردو اکاڈمی ایوارڈ''، ''غالب انسٹی ٹیوشن، ساہتیہ کلا منچ اور صنم محفل'' سے بیسٹ شاعرہ ۲۰۱۸ء ایوارڈ، ''مراد آباد کا ''اعزازِ سخن''، ''ممتاز محل ایوارڈ''، اور ہندی ادبی ثقافتی اداروں اور تنظیموں کی جانب سے ملنے والے متعدد انعامات شامل ہیں۔

مینا نقوی آخری دنوں میں پھیپھڑے کے کینسر میں مبتلا تھیں اور کیوں کی وہ ایک ڈاکٹر بھی تھیں لہذا وہ اپنے موت کی چاپ بہت قریب سے سن رہی تھیں اور اسکا ذکر انہوں نے اپنی شاعری میں بھی کیا۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بیماری لاعلاج تھی، مرنا تھا ناگریز ایسا نہ تھا کہ ہم نے مرض کی دوا نہ کی
مینا یہ بات طے ہے، ہرا تی نہ مجھ کو موت لیکن مری حیات نے مجھ سے وفا نہ کی

۱۵ رنومبر ۲۰۲۰ء کو ہر دل عزیز شاعرہ مینا نقوی اس فانی دنیا سے رخصت ہوئیں اور

اپنے رب کے حضور جا پہنچی۔

پروین شاکر نے کیا خوب کہا ہے شعر ملاحظہ فرمائیں:

مر بھی جاؤں تو کہاں لوگ بھولا ہی دینگے

لفظ میرے، میرے ہونے کی گواہی دینگے

آج مینا نقوی ہمارے درمیاں نہیں ہیں مگر وہ اپنی تحریروں سے ادبی دنیا میں ہمیشہ زندہ اور جاوید ہیں۔

مینو بخشی

کچھ تو خودی کا رنگ ہے کچھ بے خودی کا رنگ

دونوں کا امتزاج ہے یہ زندگی کا رنگ

دورِ حاضر میں اردو شاعری میں جن شاعرات کو مقبولیت حاصل ہے اس میں ایک مقبول نام مینو بخشی کا بھی ہے۔آپ کی تاریخِ لادت ۱۸ / جولائی ۱۹۵۵ءاور جائے ولادت دہلی ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم سینٹ تھا مس اسکول دہلی سے ہوئی، بی، ایس، سی (۱۹۷۳ء) کی سند مرانڈا ہاؤس دہلی یونیورسٹی سے حاصل کی ۔بی۔اے، ایم۔اے۔ایم۔فل۔ کی سند جواہرلال یونیورسٹی سے حاصل کی۔ڈپلومہ ان اسپینش لنگویج، کی سند میڈرڈ یونیورسٹی، اسپین (۱۹۷۹ء) سے حاصل کی۔مینو بخشی صاحبہ بطور اسسٹنٹ پروفیسر اسپینش، اسکول آف لنگویجز، جواہرلال یونیورسٹی، نئی دہلی میں امنے خدمات انجام دے رہیں ہیں۔پچھلے پچیس برسوں سے حکومت ہند کت لیے خصوصی طور پر صدرجمہوریہ اوروزیر اعظم کی اسپینش ترجمان کی حیثیت سے بھی کام کررہی ہیں۔مینو بخشی صاحبہ ''سویرا اسوسیشن'' نامی (N.G.O) کی نائب صدر بھی ہیں جو غریب و نادار بچوں کی تعلیم و ترقی کے لیے کام کرتی ہے۔ ایک سماجی خدمت گزار ہونے کی حیثیت سے مینو بخشی صاحبہ کی خدمات قابلِ تعریف ہے۔آپ کو غزل سرائی وگلوکاری سے بے حد محبت اور لگاؤ ہے۔ مینو بخشی کو اردو سے محبت اور اردو غزل سے عشق ہے، اس بات کی گواہ انکے شعری مجموعے ہیں۔اپ بنیادی طور پر غزل کی شاعرہ ہیں۔اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں آپ کے تین شعری

مجموعے منظرِ عام پر آئے۔ پہلا شعری مجموعہ''تشنگی''(۲۰۱۲ء) دوسرا ''موجِ سراب''(۲۰۱۳ء) اور تیسرا ''جستجو''(۲۰۱۵) آپ کو ادبی خدمات کے لیے کئی اعزازات سے بھی نوازا جا چکا ہے جس میں ''علمی مجلس''(بہار)، پٹنہ کی جانب سے ادب کے میدان میں غیر معمولی کارکردگی کے لیے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ۲۰۱۴ء میں بہار اردو اکیڈمی کا ''جمیل مظہری ایوارڈ'' حسنہ بی بی ٹرسٹ کی جانب سے ''امیر خسرو ایوارڈ''(۲۰۱۴ء) اور اسپینش زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے لیے اسپین حکومت نے اپنے ملک کے عظیم ترین ایوارڈ Order of queen isabella the catholic سے بھی سرفراز کیا۔ مینو بخشی صاحبہ کو پنجابی گلوکاری میں بھی شہرت حاصل ہے۔ انہوں نے پنجابی روایتی لوک گیتوں میں بھی انہیں کافی مقبولیت حاصل ہے، اس مقبولیت کے سبب انہیں سابق وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کے ہاتھوں ''گلوبل پنجابی سوسائٹی'' کے Pepoles Achiver award' سے نوازا گیا۔ مینو بخشی صاحبہ کو اردو زبان و ادب میں ان کی خدمات کے لیے ''فخر ہند'' کے اعزاز سے بھی سرفراز کیا جا چکا ہے۔

<u>ڈاکٹر نصرت مہدی</u>

تجربہ ہم سے تغافل نہ کیجیے ورنہ
کچھ ہنر ہم بھی کرشمائی لیے بیٹھے ہیں

ڈاکٹر نصرت مہدی ۱۱ر مارچ ۱۹۷۰ء کو نگینہ، ضلع بجنور (یو۔پی) میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد محترم کا نام سید التجا حسین تھا۔ آپ اپ کی ابتدائی تعلیم نگینہ، ضلع بجنور میں ہوئی اور گریجویشن کی سند میرٹھ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ آپ نے اردو، ہندی اور انگریزی میں ایم۔اے کیا۔ ایشکر وفٹ یونیورسٹی لندن (یو۔کے) نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری سے سرفراز کیا۔ آپ دورِ حاضرہ کی شاعرہ میں بہت مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کر رہے۔ اردو زبان میں آپ کے دو شعری مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ جن میں پہلا ''گھر آنے کو ہے''(۲۰۱۴ء) دوسرا''

حصارِ ذات سے پرے‘‘(۲۰۱۸ء)اور ہندی زبان میں ایک شعری مجموعہ’’ فرہاد نہیں ہونے کے‘‘(۲۰۱۹ء) میں شائع ہوا۔ میں م۔آپ فی الوقت ڈائرکٹر، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی محکمہ شقافت کے عہدے پر فائز ہیں۔

نسیم نکہتؔ

سب کے غموں میں تھوڑی میں نے حصّہ داری کی
خوشیوں کی امید نہ رکھی درد سے رشتہ داری کی

نسیم نکہتؔ کا اصلی نام نسیم آرا ہے۔شاعری میں آپ کا تخلص نکہتؔ ہے،آپ کی تاریخِ ولادت ۱۰رجون ۱۹۵۸ء اور جائے ولادت بارہ بنکی (یو۔پی) ہے۔اپ کے والد کا نام سید مصطفٰی حسین ہے۔آپ نے اردو زبان میں ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کی سند لکھنؤ یونیورسٹی سے حاصل کی۔آپ دورِ حاضر میں نسائی لہجے کی بہترین شاعرہ کی حیثیت سے معروف اور مقبول ہیں۔آپ نے ہندی اور اردو دونوں زبان میں شاعری کی۔آپ کے اردو زبان میں جو شعری مجموعے منظرِ عام پر آئی اُن میں ’’دھواں،دھواں‘‘(۱۹۸۴ء) ’’خواب دیکھنے والوں‘‘(۲۰۰۲ء) پھولوں کا بوجھ(ہندی،اردو) اور ہندی زبان میں ان کا شعری مجموعہ’’بھگی بھیگی آنکھیں‘‘ شائع ہوئیں۔۲۹راپریل ۲۰۲۳ء کو نسیم نکہتؔ نے اس دنیا کو الوداع کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔

عذؔرا پروین

رنگ اپنے جو تھے بھر بھی کہاں پائے کبھی ہم
ہم نے تو صدا ردِعمل میں ہی بسر کیا

عذرا پروین کا آبائی وطن ملیح آباد ہے۔آپ کے والد کا نام سید عقیل رضوی اور والدہ کا نام خورشید سلطانہ تھا۔۔آپ کے شعری تصنیفات میں’’راگ راگ مٹّی‘‘ (غزلیں) ۲۰۰۷ء میں ساہتیہ اکاڈمی دہلی سے شائع ہوا’’بارہ قباؤں کی سہیلی‘‘ (نظمیں)۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔’’مردہ عورت کی زندہ ڈائری‘‘ (نظمیں)’’ذات کے کوزے میں‘‘(غزلیں) شامل ہیں۔۔عذرا پروین کی شاعری میں باغیانہ سوچ ،

احتجاج، اور جدید مسائل کی عکاسی جا بجا ملتا ہے۔عذرا پروین نے اپنے شعری مجموعے''بارہ قباؤں کی سہیلی'' میں'' کچھ اپنے بارے میں'' اس نام سے ایک مضمون لکھا ہے،جس میں وہ کچھ یوں رقم طراز ہیں:

> ''ہوس سنبھالتے ہی غیر معمولی احساس کا جذب و انجذاب کا درد ملا۔اس درد کو زیادہ نادیدہ کی پناہ ملی۔۔۔سنے جہان سے ان سنے جہان کی طرف سے زیادہ ان کہی سے لپٹتی اپنی غرقابیوں کو قلم و برش دونوں سے متوازن کرنے کی کوشش میں ہوش اور بے ہوش ،شعور اور لاشعور کے درمیان زندہ رہنے کے اپنے واحد بچے راستے پہ چل پڑی۔۔۔خود غرض،منافق،حاسد،بے رحم،بے درد شکاری،بھیڑیے سے دور۔۔۔فطرت سے پرندوں،بادلوں،پھولوں،تتلیوں،آسمانوں،دریاؤں اور جھرنوں سے مکالمہ کرتی مجھے میری آگہی بہت دور لے گئی،جہاں مجھے یہ پتا چلا کہ میرا تو ان سب سے ابدی رشتہ ہے اور ہر گونگی یا گونگی کر دی گئی آواز کا مکالمہ ہوں۔۔۔میرا ہر خاموشی سے گونگے منظر سے واقعہ سے جو مکالمہ ہوا ہے ہوتا رہا ہے وہی مکالمہ میری خاموشی کی آواز ہے۔میری تنہائی کا شور ہے۔چہل پہل ہے۔وہ میں ہوں۔وہ میرا اور ان کا مشترکہ سچ ہے۔''

اس اقتباس کی روشنی میں ہمیں عذرا پروین شخصیت نظر آتی ہے۔عذرا پروین کو زمانے سے شکایت ہے،اس کی خود غرضی،بے رحمی سے نفرت ہے،اور یہی احساس و جذبات ان کی شاعری میں جا بجا ہے۔

عفت زریںؔ

کون پہچانے گا زریںؔ مجھ کو اتنی بھیڑ میں

میرے چہرے سے وہ اپنی ہر نشانی لے گیا

ڈاکٹر عفت زریں کی ولادت ۱۰/ ۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو دہلی میں ہوئی۔ آپ کے والد مشہور شاعر مشیر جھنجھالوی ہیں۔ آپ کی والدہ ایک روشن خیال خاتون تھیں۔ عفت صاحبہ ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ آپ نے دہلی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی اور اسی یونیورسٹی میں درس وتدریس کے خدمات بھی انجام دیے۔ شاعری آپ کو وراست میں ملی تھی اور آپ کی حسّاس طبیعت اور فلسفیانہ مزاج نے اسے سنوارا اور نکھارا۔ آپ کی شاعری میں عورت کے حقوق، اسکے استحصال اور سماج میں اس کی ناقدری کی عکاسی کی گئی ہے۔ آپ کی شاعری میں رونانیت کے بھی عناصر پائے جاتے ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ ''زریں نامہ'' (۲۰۱۴ء) کو شائع ہوا،

اوشا بھدوریہ اوشاؔ

اک تعلق سا کسی نام سے جب ہوتا ہے
بے سبب بھی کوئی جینے کا سبب ہوتا ہے

نام اوشا بھدوریہ اور تخلص اوشاؔ۔ آپ کی پیدائش ۱۲/ جون ۱۹۵۴ء کو لشکر گوالیر میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام شری کرشن داس جین ہے۔ آپ نے ایم۔ اے (پولیٹیکل سائنس)، ایم۔ اے (شوشالوجی)، ایم۔ اے (اردو) اور ایل۔ ایل۔ بی کی سند حاصل کی ہے۔

آپ اردو ادب اور ہندی جگت کی مشہور ومعروف شاعرہ ہیں۔ آپ کی شعری تصنیفات میں ''پرچھائیوں کے درمیاں'' (غزلیں) ۱۹۹۷ء ''آدھار'' (غزلیں، دیوناگری رسم الخط) ۱۹۹۹ء 'صدائے احساس'' (غزلیں) ۲۰۱۶ء اور ''بارشیں'' (غزلیں) ۲۰۱۹ء منظرِ عام پر آچکی ہیں دیگر تصنیفات میں ''اتنا سکھ نہ دینا'' (ہندی گیت) ''سگندھ'' (ہندی کویتائیں)

شامل ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات کے لیے آپ کو کئی اعزازات سے بھی نوازا جا چکا ہے جن میں 'خوشبوئے غزل بھوپال اعزاز''، ''درگاوتی فیلوشپ نیشنل ایوارڈ'' ''کرائم برانچ جے پور'' ''کاویہ وبھوشری'' حکومت مہاراشٹر، ''قلم کار پریشد'' بھوپال اعزاز وغیرہ

شامل ہیں۔

صفیہ راگؔ علوی

تصویر زندگی کی بنا کر غزل کہوں
پھر زندگی میں خود کو بھلا کر غزل کہوں

صفیہ راگؔ علوی کا آبائی وطن فیض آباد ہے۔آپ کی ولادت ۳/مارچ ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔ آپ نے ایم۔اے(اکنامکس) ایم۔اے(اردو) اور بی۔ایڈ کی سند حاصل کی۔آپ ایک تعلیم یافتہ خاتون ہونے کے ساتھ درس وتدریس کے بھی خدمات انجام دیتی رہیں۔آپ سا کاری ملازمت پرنسپل کے عہدہ سے سبکدوش ہوئیں۔صفیہ راگؔ علوی کی شاعری میں انسان ہمدردی کے جذبات نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔صفیہ راگؔ علوی بنیادی طور پر غزل کی شاعرہ ہیں۔ان کی شعری تصنیفات میں ''مٹھی بھر لمحے''(۱۹۹۹ء)،''چٹکی بھر روشنی''(۲۰۰۷ء)''تنہا تنہا''(۲۰۰۳ء) شائع ہوئے۔

صاحبہؔ شہر یار

بند آنکھیں کروں اور خواب تمہارے دیکھوں
تپتی گرمی میں بھی وادی کے نظارے دیکھوں

صاحبہؔ شہر یار کی پیدائش ۶/جون ۱۹۵۳ء اور جائے ولادت سری نگر ہے۔آپ کے والد محترم مہندر رینہؔ سرزمین کشمیر کے مشہور و معروف شاعر، ادیب اور صحافی تھے۔آپ نے ایم۔اے کی سند سری نگر اور موسیقی کی تعلیم پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔آپ درس وتدریس کے خدمات انجام دے رہی ہیں۔صاحبہؔ شہر یار کی شاعری میں مشرقی خاتون کے احساس وجذبات کی ترجمانی بہت دلکش انداز میں بیاں کی گئی ہے۔۔صاحبہؔ شہر یار دورِ حاضر کی شاید پہلی شاعرہ ہیں جنہوں نے مشاعرے کی دنیا میں قدم نہیں رکھا۔آپ کی شعری تصنیفات میں''شاخِ لرزاں''(۲۰۰۴ء)''صریر خامہ''(۲۰۱۷ء)''برگ چنار'' اور '' آ گہی کا درد'' منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

ڈاکٹر راحت سلطانہ

اس کے ہنگاموں کے سب لوگ دیوانے تھے بہت
میری خاموشی مزاجی کے فسانے تھے بہت

ڈاکٹر راحت سلطانہ کا نام اردو شاعری کے ساتھ ساتھ تحقیق وتنقید کی دینا میں بھی معروف مقبول ہے۔آپ کی پیدائش ۷؍دسمبر ۱۹۴۸ء کو حیدرآباد میں ہوئی۔آپ نے اردو زبان میں ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کی سند عثمانیہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔آپ نے محکمہ فنی تعلیم میں اپنی خدمات انجام دیئے۔آپ مشہور شاعر و نقاد پروفیسر محمد علی اثرؔ کی رفیقِ حیات ہیں۔''ماہنامہ'' شاعر نے ڈاکٹر راحت سلطانہ پر خصوصی گوشہ مارچ ۲۰۰۹ء کے شمارے میں شائع کیا تھا،آپ کی تصانیف میں''چراغ آرزو''(شعری مجموعہ)''کرواں چلتا رہے''(رپوتاژ)،آئینہ نقد و نظر''(تحقیق و تنقید)'' خوشبو کی سوغات''،''گلدستہ عقیدت''،''محمد علی اثرؔ کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری''،''خوشبو کی برات''،علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری'' شائع ہو چکے ہیں۔ڈاکٹر راحت سلطانہ کو انکی تحقیقی خدمات کے لیے'' آندھرا پردیش اردو اکاڈمی ایوارڈ'' سے سرفراز کیا جاچکا ہے۔

<u>ریحانہ نواب</u>

اپنے کردار کی کرامت ہے
یوں کوئی محترم نہیں ہوتا

نام ریحانہ بیگم اور قلمی نام ریحانہ نواب ہے۔آپ کی تاریخِ ولادت ۲۱؍اکتوبر ۱۹۵۸ء اور جائے ولادت ضلع نظامت،مرشد آباد ہے۔آپ کے والد کا نام سید مرزا حسین اور والدہ کا نام سیدہ سلطانہ بیگم ہے۔ریحانہ نواب کا تعلق مرشد آباد کے نواب خانوادوں ہے۔آپ نے بی۔اے تک تعلیم حاصل کی۔آپ نے درس و تدریس کے خدمات بھی انجام دیے۔آپ نے عالمی مشاعرے میں شہرت حاصل کی۔آپ کا شعری مجموعہ''شہر شہر نمائیش''(۲۰۱۳ء) میں منظر عام پر آیا۔

اکیسویں صدی میں ملک ہند کی شاعرات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک کہکشاں سی مظر آتی ہے جو ادب کی دنیا کو اور بھی روشنی اور تابنا کی فراہم کر رہی ہیں۔

کتابیات:

بنیادی ماخذ

کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	شن اشاعت
تشنگی	مینو بخشی	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	۲۰۱۲ء
آئینہ خانہ	کوشر پروین کوشرؔ	اشبات ونفی پبلی کیشنز، کولکاتا	۲۰۰۷ء
آ گہی کا درد	صاحبہ شہریارؔ	ایم۔آر۔ پرنٹنگ پریس، دہلی	۲۰۱۴
چراغ آرزو	راحت سلطانہ	سرمدی پبلیکیشنز، چینائی	۲۰۱۱ء
بارہ قباؤں کی سہیلی	عذرا پروین	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	۲۰۱۰ء
شہر شہر نمائش	ریحانہ بیگم	گلستان پبلیکیشنز، کولکاتا	۲۰۱۳ء
رنگ زندگی کے	میناؔ نقوی	ایم۔کے آفیسٹ پرنٹر، دہلی	

سانوی ماخذ:

تذکرہ روہیل کھنڈ	شادابؔ ذکی بدایونی	بریلی الیکٹرک پریس، دہلی	۱۹۹۱ء
نسائی شعری آفاق	کہکشاں تبسم	تاج آفسیٹ پریس، پٹنہ	۲۰۱۵ء
جدید شاعراتِ اردو	طاہرہ پروین	سرسوتی آفسیٹ پریس، الٰہ آباد	۲۰۰۵ء

☆☆☆